پروفیسر خواجہ عبدالحمید یزدانی

مثنوی رومی میں ذکرِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(دوسری اور آخری قسط)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی بیمار پرسی سے متعلق ایک واقعے کو وقفے وقفے کے بعد چار پانچ حصوں میں بیان کیا گیا ہے، اور اس طرح ہر حصے میں خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اقدس آگیا ہے۔ پہلے حصے میں حضور کے صحابی کے گھر تشریف لے جانے کا ذکر کر کے مولانا نے بیمار پرسی کے بعض اخلاقی و روحانی فوائد گنوائے ہیں: اول یہ کہ ممکن ہے وہ بیمار شخص کوئی قطب یا صاحب مقام و درجہ ہو اور تمہاری ظاہر بین آنکھیں اس سے ناآشنا ہوں۔ لہٰذا تمہیں، کہ تمہاری آنکھیں باطن بین نہیں ہیں، چاہیے کہ کسی بھی درویش کو کم تر نہ سمجھو۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر وہ بیمار تمہارا دشمن ہے اور تم اس کی عیادت کو گئے ہو تو یہ تمہارا ایک قابل قدر احسان ہوگا، اور تمہارے اس احسان سے وہ دشمن تمہارا دوست بن جائے گا یا بصورتِ دیگر اس کی دشمنی میں کمی آجائے گی کہ احسان زخمِ دشمنی کا مرہم ہے:

از صحابہ خواجہ‌ای بیمار شد — واندر آن بیماری او چون تار شد
مصطفیٰ آمد عیادت سوی او — چون ہمہ لطف و کرم بد خوی او
در عیادت رفتن تو فایدہ است — فایدہ آن باز بر تو عایدہ است
فایدۂ اول کہ آن شخص علیل — بو کہ قطبی باشد و شاہ جلیل
چون ترا چشم دل نداری ای عنود — کہ نمیدانی تو ہیزم را ز عود
چونکہ گنجی ہست در عالم مرنج — ہیچ ویران را مدان خالی ز گنج
قصدِ ہر درویش میکن بی گزاف — چون نشان یابی بجد میکن طواف
چون ترا آن چشم باطن بین نبود — گنج می پندار اندر ہر وجود
ور نباشد قطب، یار رہ بود — شہ نباشد، فارس اسپہ بود
پس صلۂ یاران رہ لازم شمار — ہر کہ باشد گر پیادہ ور سوار

ور عدو باشد ہم این احسان نکوست	کہ باحسان بس عدو گشتست دوست
ور نگردد دوست کینش کم شود	زانکہ احسان کینہ را مرہم شود[1]

دوسرے حصے میں صرف اتنا کہہ کر کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابیؓ کی عیادت کو تشریف لے گئے تو حضورؐ نے انھیں نزع کے عالم میں دیکھا، مولانا نے حضورِ اولیا سے دُور رہنے کو خدا سے دُور رہنا قرار دیا اور سفر و حضر میں خدا کے خاص بندوں کی جستجو کرنے اور ان کی خدمت و پناہ میں رہنے کا درس دیا ہے، تاکہ دنیوی جھنجھٹوں سے نجات مل سکے۔

پس عیادت از برای این صلہ است	وین صلہ از صدمحبت حاملہ است
چون عیادت رفت پیغمبرؐ بدید	آن صحابی را کہ در نزعی رسید
یعنی شوی دور از حضور اولیا	در حقیقت گشتہ ای دور از خدا
چون نتیجہ ٔ ہجر ہمراہان غمست	کی فراق روی شاہان زان کمست
سایہ ٔ شاہان طلب ہر دم شتاب	تاشوی زان سایہ بہتر ز آفتاب
رو بجنب اندر پناہ مقبلی	بو کہ آزادت کند صاحبدلی
گر سفر داری بدین نیت برو	در حضر باشد ازین غافل مشو
در بدر میگرد و میرو کو بکو	جستجو کن جستجو کن جستجو
تا توانی ز اولیا رو بر متاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب[2]

تیسرے حصے کا عنوان ہے: "پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ جاننا کہ مریض کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھا" اور متن میں صرف یہ بیان ہوا ہے کہ جب فخرِ موجودات (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس مریض کو دیکھا تو بڑی شفقت و ہمدردی سے اس کی بیمار پرسی کی۔ مریض صحابی میں زندگی کچھ اس طرح عود کر آئی جیسے وہ ابھی پیدا ہوئے ہوں۔ وہ حضور اکرمؐ کو اپنے سرہانے دیکھ کر بولے کہ اس بیماری کے سبب مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ میرے یہاں تشریف فرما ہوئے اور آپ کے قدومِ میمنت لزوم کے طفیل مجھے صحت و سکون کی دولت میسر آئی۔ یہ بیماری کیسی مبارک و راحت پرور اور یہ درد و شب بیداری کس قدر سعادت افزا ہے۔ خدا کا خاص

---

[1] مثنوی دفتر ۲، ص ۵۰۔ کتاب مثنوی، ص ۱۵۸

[2] کتاب مثنوی، ص ۱۶۰

لطف وکرم ہے کہ اس بڑھاپے میں مجھے اس بیماری سے نوازا گیا . . . اس کے بعد حالتِ غم میں صبر کی تلقین کی گئی ہے، کیونکہ بقولِ مولانا یہ گویا چشمۂ آبِ حیات اور جامِ مستی ہے ۔ اس حصے میں حضورؐ کو سلطان اور شاہ کے الفاظ سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

چون پیمبرؐ دید آن بیمار را | خوش نوازش کرد یارِ غار را
زنده شد او چون پیمبرؐ را بدید | گوئی آن دم حق مر او را آفرید
گفت بیماری مرا این بخت داد | کآمد این سلطانؐ بر من بامداد
تا مرا صحت رسید و عافیت | از قدوم این شهِؐ پرخاصیت
ای خجسته رنج و بیماری و تب | ای مبارک درد و بیخوابی شب
نک مرا در پیری از لطف و کرم | حق چنین رنجوری داد و سقم
درد پشتم داد تا من هم ز خواب | بر جهم هر نیمشب لابد شتاب
تا نخسپم جمله شب چون گاومیش | دردها بخشید حق از لطفِ خویش
زین شکستن رحم شاهان جوش کرد | دوزخ از تهدید من خاموش کرد
رنج گنج آمد که رحمتها در اوست | مغز تازه شد چو بخراشید پوست
ای برادر موضع تاریک و سرد | صبر کردن بر غم و سستی و درد
چشمهٔ حیوان و جام مستی است | کآن بلندیها همه در پستی است [۵۳]

تیسرے حصے میں اصل واقعہ کو ایک طرف رکھ کر مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے اور یہاں بھی کسی نہ کسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر آ گیا ہے ۔ اس حصے میں مولانا ایک جگہ حسام الدین چلپی اپنے شاگرد اور مریدِ صادق و دوستِ صدیق کو (جس کی خواہش پر مولانا نے مثنوی لکھی تھی اور جنھیں وہ ضیاء الحق کے لقب سے یاد کرتے ہیں) مخاطب کر کے خود ان (مولانا) کو مکرِ نفس اور اس کے دوزخ سے نجات دلانے کی التجا کرتے ہیں ۔ مولانا کے مطابق یہ دوزخ حسام الدین کی نظروں میں "مختصر" ہے اور وہ اس کو ختم کر سکتے ہیں۔ آگے حضورِ اکرمؐ کی مثال دی گئی ہے کہ کس طرح حضورؐ کو ایک غزوہ کے موقع پر دشمن کا بہت بڑا لشکر مختصر نظر آیا

---

۵۳ کتاب مثنوی، ص ۱۶۱

۵۴ تاریخ ادبیات درایران جلد ۳، ص ۴۶۱

اور اس بنا پر حضور نے بے خطر اس دشمن کو حضور کے رکھ دیا۔ اور اگر حضورؐ کو وہ لشکر زیادہ نظر آتا تو شاید آپ اس سے حذر فرماتے۔ بعد کے اشعار میں مولانا نے دشمن کی تعداد محدود نظر آنے کو خدا کا خاص فضل و کرم قرار دیا اور اس بات کو بہ تکرار دہرایا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر اللہ جل جلالہٗ کی یہ عنایت و توجہ شاملِ حال نہ ہو تو خرگوش ایسا معمولی اور بزدل جانور بھی شیر نر نظر آنے لگتا ہے اور غرور کی بنا پر دشمن کو حقیر سمجھنے والا آخر منہ کی کھاتا ہے:

ای ضیاء الحق حسام الدین بیا — کہ نروید بی تو از شورہ گیا
ھین ید بیضا نما ای پادشاہ — صبح نو بنما ز شبھای سیاہ
دوزخی افروخت بروی دم فسون — ای دم تو از دمِ دریا فزون
بحرِ مکار است بنمودہ کفی — دوزخست، از مکر بنمودہ تفی
زآن نماید مختصر در چشمِ تو — تا زبون بینی و جنبد خشمِ تو
ہمچنان کہ لشکرِ انبوہ بود — مر پیمبرؐ را بچشم اندک نمود
تا بر ایشان زد پیمبرؐ بی خطر — ور فزون دیدی ازآن کردی حذر
آن عنایت بود و فضل ایزدی — احمدا ورنہ تو بددل می شدی
کم نمود او را و اصحابِ ورا — آن جہادِ ظاہر و باطن خدا
تا میسر کرد یسری را بر او — تا ز عسری او نگردانید رو
کم نمودن مر ورا پیروز بود — کہ حقش یار و طریق آموز بود
آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر — وآن خرگوشش نماید شیر نر
وای اگر صد ایکی بیند ز دور — تا بچالش اندر آید از غرور
زآن نماید ذوالفقاری حربۂ — زآن نماید شیر نر چون گربۂ[۵۵]

مولانا قصۂ مذکور کو پس پشت ڈالتے ہوئے خیالات و جذبات کے طوفان میں بہے چلے جاتے ہیں۔ آخر کچھ دور جا کر انھیں اس کا احساس ہوتا ہے اور وہ یہ کہہ کر کہ:

---

[۵۵] مثنوی، دفتر ۳، ص ۳۶۸ - کتاب مثنوی، ص ۱۹۲

قصۂ رنجور گو با مصطفیؐ زآنکہ لطف حق ندارد منتہیٰ

دوبارہ قصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ... ہاں! تو جب نبی کریمؐ بیمار صحابی کی عیادت کر چکے تو ان سے فرمانے لگے کہ تم نے کہیں کوئی ایسی ویسی دعا تو نہیں کی؟ دوسرے لفظوں میں غلطی سے زہر آلود خوراک تو نہیں کھا بیٹھے؟ سو اگر کوئی ایسی دعا کی ہے تو اسے ذہن میں لاؤ، اس لئے کہ تم نفس کے مکر میں پھنس گئے ہو۔ صحابی بولے کہ یا رسول اللہ! اس وقت تو مجھے ایسی کوئی دعا یاد نہیں آ رہی شاید تھوڑی دیر تک یاد آ جائے۔ آخر حضورؐ کی نور افشاں موجودگی کے باعث صحابیؓ کو اپنی دعا یاد آ گئی۔ بالفاظِ دیگر حضورؐ کی منور و درخشاں ذاتِ والا صفات کے طفیل صحابیؓ کو اپنی گمشدہ چیز مل گئی۔ حضورِ اکرم کے اس نور سے، جو حق و باطل میں تمیز کرنے والا تھا، دلوں کے روزن روشن ہو گئے۔ چنانچہ صحابی بولے "یا رسول اللہ! مجھ ناچیز کو اپنی وہ دعا یاد آ گئی ہے۔ میں گناہوں کے سمندر میں غرق تھا اور اس آدمی کی طرح جو تنکوں کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے میں اس سے باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، ادھر حضورؐ کی طرف سے گناہ گاروں کو تہدید و وعید ہو رہی تھی۔ میری عجیب حالت تھی، نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ صبر و گریز اور توبہ و ستیز پر بھی اپنا بس نہ تھا، اور بجز خدا کے کوئی حامی و ناصر بھی نظر نہ آتا تھا۔ اسی دوران میں مجھے ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آ گیا کہ کس طرح انھوں نے اپنی عقل و ساحری و مکاری سے خود کو چاہِ بابل میں گرفتار کر لیا تاکہ اسی دنیا میں عذابِ آخرت دیکھ لیں۔ اور میرے خیال میں انھوں نے ٹھیک ہی کیا۔ اس لیے کہ آگ کی نسبت دھوئیں کی تکلیف کچھ کم ہی ہوتی ہے۔ عالمِ آخرت کا عذاب تو ناقابلِ بیان ہے جبکہ دنیا کا عذاب اس سے سہل تر ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر میں نے خدا سے یہ دعا کی کہ یا الٰہی جو بھی عذاب مجھ پر آنا ہے وہ اسی دنیا میں آ جائے تاکہ میں آخرت میں اس سے محفوظ رہوں۔ یہ دعا کچھ عرصے تک میرے وردِ زباں رہی تا آنکہ میں اس بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ اس تکلیف نے مجھے اس قدر بے حال کر دیا کہ میں ذکر و وِرد اور نیک و بد سے بے خبر ہو گیا۔ اور اب اگر حضورؐ کی ذاتِ باسعادت یہاں قدم رنجہ نہ فرماتی تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔ حضور نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی ہے۔"

صحابی کی بات ختم ہونے پر صاحبِ خلقِ عظیم نے فرمایا: خبردار! پھر اس قسم کی دعا نہ کرنا، کہیں بہت بڑے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم میں، کہ ایک چیونٹی کی مثل ہو، اتنی طاقت کہاں کہ عذاب کا کوہِ عظیم اٹھا سکو۔ اس پر صحابی نے آئندہ ایسی دعا کرنے سے توبہ کی۔ یہاں مولانا اس دنیا کو بیابان اور حضورِ اکرم کو موسیٰ (نجات دہندہ) قرار دے کر صحابی کی زبان سے کہلواتے ہیں کہ ہم اپنے گناہوں کے سبب اس دنیا بیابان میں گم کردہ

ہیں، اور حالت یہ ہے کہ مدتوں چلتے رہنے کے باوصف ہم اسی پہلی منزل میں پڑے ہیں۔ یعنی اگر اللہ کا فضل وکرم اور حضورؐ کی رہنمائی ہمارے شاملِ حال نہ ہو تو ہم گم کردہ راہ ہی رہیں :

گفت پیغمبرؐ مر آن بیمار را — چون عیادت کرد یارِ زار را
کہ مگر نوعی دعایی کردہ ای — از جہالت زہر بائی خوردہ ای
یاد آور چہ دعا می گفتہ ای — چون زمکر نفس می آشفتہ ای"
گفت "یادم نیست الا ہمتی... — دار با من یادم آید ساعتی..."
از حضورِ نور بخش مصطفیٰؐ... — پیش خاطر آمد او را آن دعا
ہمت پیغمبرؐ روشن کدہ ... — پیش خاطر آمدش آن گمشدہ
گفت اینک یادم آمد ای رسول — آن دعا کہ گفتہ ام من بوالفضول
چون گرفتار گنہ می آمدم ۔ — ہمچو غرقہ دست و پائی می زدم
پُر گنہ بابِ کشائش می زند ۔ — غرقہ دست اندر حشایش می زند
از تو تہدید و عیدی میرسید — مجرمان را از عذاب بس شدید
مضطرب می گشتم و چارہ نبود — بند محکم بود و قفل ناگشود
نی مقام صبر و نی راہ گریز — نی امید توبہ نی جای ستیز
نی بغیرِ حق تعالیٰ یار من — این چنین دشوار آمد کارِ من ۔
ہمچو ہاروت و چو ماروت آخر حُزن — آہ میکردم کہ ای خلاّق من ۔
آز خطر ہاروت و ماروت آشکار — چاہ بابل راہ نمودند اختیار
تا عذاب آخرت اینجا کشند — گُر بزند و عاقل و ساحر وَشند
نیک کردند و بجای خویش بود — سہلتر باشد ز آتش رنج دود
حد ندارد وصف رنج آنجہان — سہل باشد رنج دنیا پیش آن
من ہمی گفتم کہ یا رب آن عذاب — ہم درین عالم بران بر من شتاب
تا در آن عالم فراغت باشدم — در چنین درخواست تا دم میزدم
اینچنین رنجوریی پیدا م شد — جان من از رنج بی آرام شد

ماندہ ام از ذکر و از اوراد خود | بیخبر گشتم ز خویش و نیک و بد
گر نمیدیدم کنون من روی تو | ای خجستہ وی مبارک خوی تو
میشدم از دست من یکبارگی | کردیم شاہانہ این غمخوارگی
گفت ہی ہی این دعا دیگر مکن | بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
تو چہ طاقت داری ای مور سقیم | کہ نہد بر تو چنان کوہ عظیم"
گفت توبہ کردم ای سلطان کہ من | از سر جلدی نلافم این سخن
این جہان تیہ است و تو موسی ما | از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
سالہا رہ میرویم و در اخیر | ہمچنان در منزل اول اسیر"[۱]

مذکورہ دعا سے منع کرنے کے بعد حضور اکرمؐ نے بیمار صحابی کو سورۂ بقرہ کی یہ انتہائی جامع دعا سکھائی:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

اس کے بعد مولانا نے نفس امارہ پر قابو پانے اور اسے پاکی و صفا سے آراستہ کرنے والے مومنین کے فوز عظیم کا ذکر تمثیل کی صورت میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں روز حشر جب یہ مومنین جنت میں لے جائے جائیں گے تو وہ فرشتے سے استفسار کریں گے کہ انھیں دوزخ کے راستے سے، جو مومن و کافر کے لیے مشترکہ راستہ ہے، کیوں نہ لایا گیا۔ فرشتہ جواب میں کہے گا کہ راستے میں تم نے جو فلاں سبز باغ دیکھا وہ دوزخ ہی تو تھا لیکن تمھیں وہ باغ نظر آیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اپنے دوزخ صفت اور فتنہ جو نفس کے خلاف جہاد کر کے اسے آلائشوں سے پاک کیا اور یوں حرص و شہوت کی آتش سوزاں، سبزۂ تقویٰ کی صورت اختیار کر گئی۔

گفت پیغمبر مر آن بیمار را | این بگو کای سہل کن دشوار را
آتِنا فی دارِ دُنیانا حَسَن | آتنا فی دارِ عقبانا حَسَن
راہ را بر ما چو بستان کن لطیف | مقصد ما لطف خود کن ای شریف
مؤمنان در حشر گویند ای ملک | نی کہ دوزخ بود راہِ مشترک؟
مومن و کافر بر آن باید گذار | ما ندیدیم اندرین رہ دود و نار

[۱] کتاب مثنوی، ص ۱۶۶ - مثنوی، دفتر ۲، ص ۵۷

نک بہشت و بارگاہ ایمنی پس کجا بود آن گذرگاہ دنی؟
پس ملک گوید کہ آن روضۂ خضر کآن فلان جا دیدۂ اید اندر گذر
دوزخ آن بود و سیاستگاہ سخت بر شما شد باغ و بستان و درخت
چون شما این نفس دوزخ خوی را آتشی گبر فتنہ جوی را
جہد ہا کردید تا شد پُر صفا نار را کشتید از بہر خدا
آتش شہوت کہ شعلہ می زدی سبزۂ تقویٰ شد و نور ہدیٰ[۵۴]

حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی[۵۵]

مولانا رومی کے مطابق اس آہ و حسرت خوری کو خداوند قدوس کے حضور بڑی فضیلت حاصل ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے ایک سیدھی سادی تمثیل پیش کی ہے جس میں پیغمبر اور پیمبر کے الفاظ سے نبی کریم کا دو مرتبہ حوالہ آیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ادائے نماز کے لیے مسجد میں ایسے موقع پر داخل ہوا جب دوسرے نمازی مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ اس نے کسی سے پوچھا، بھائی! جماعت، کیا ہوگئی؟ جو اتنی جلدی واپس جا رہے ہو۔ جواب ملا کہ نبی اکرمؐ باجماعت نماز ادا کرکے فارغ بھی ہو چکے، اور اب جب کہ حضور آخری سلام بھی پھیر چکے، تم بھلے میاں اندر کیا لینے جا رہے ہو؟ یہ سُن کر اس شخص کے دل سے زبردست آہ نکلی جو اس کے دل جلنے کی خبر دے رہی تھی۔ پاس ہی کھڑے ایک نمازی نے اس سے کہا آؤ بھائی سودا کرلو۔ تم مجھ سے میری "باجماعت نماز" لے لو اور اپنی یہ "آہ" مجھے دے دو۔" اس نے کہا "منظور"۔ اور یوں یہ سودا طے ہوگیا۔ جس شخص نے آہ خریدی تھی، وہ بڑے عجز و انکسار کے ساتھ گھر کو لوٹا۔ یہاں مولانا کہتے ہیں کہ خریدارِ آہ بازتھا جو شہباز کی جستجو میں گیا۔ رات خواب میں اس (خریدارِ آہ) کو یہ بشارت ہوئی کہ تم نے آبِ حیات و شفا خرید لیا ہے۔

اس قصے سے ذرا پہلے بھی (حضرت معاویہ اور ابلیس کے درمیان مکالمہ کے ذیل میں) باجماعت نماز کا ذکر کرتے ہوئے حضور سرورِ کونینؐ کو پیغمبرؐ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ اشعار یہاں پہلے پیش کیے جاتے ہیں:

---

۵۴ کتاب مثنوی، ص ۱۲۸ ۵۵ بالِ جبریل، ص ۸۳ - نیز

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں - (بانگِ درا، ص ۳۲۰)

گفت بسیار آن ابلیس از مکر و غدر — میر از و نشنید کرد استیز و نکر
از بنِ دندان بگفتش بهر آن — کردمت بیدار می دان ای فلان
تا رسی اندر جماعت در نماز — از پی پیغمبرؐ دولت فراز
گر نماز از وقت رفتی مر ترا — این جهان تاریک گشتی بی ضیا
آن یکی میرفت در مسجد درون — مردم از مسجد همی آمد برون
گشت پرسان که جماعت را چه بود — که ز مسجد می برون آیند زود
آن یکی گفتش که پیغمبرؐ نماز — با جماعت کرد و فارغ شد ز راز
تو کجا در می روی ای مرد خام — چونکه پیغمبرؐ بداد دست السلام
گفت "آه" و دود از آن آمد برون — آه او میداد از دل بوی خون
آن یکی از جمع گفت "این آه را — تو بمن ده، آن نمازِ من ترا"
گفت "دادم آه و پذرفتم نماز" — او ستد آن آه را با صد نیاز.
با نیاز و با تضرع باز گشت — باز بود و در پی شهباز گشت
شب بخواب اندر بگفتش هاتفی — که خریدی آب حیوان و شفی
حرمت این اختیار و این دخول — شد نماز جملهٔ خلقان قبول[۹]

مسجد ضرار کے قصے میں حضورؐ کا ذکر خیر "نبیؐ" "رسولؐ" اور "پیغمبرؐ" کے الفاظ سے کئی مرتبہ ہوا ہے مدینہ منورہ میں جب منافقین نے مسجدِ ضرار[۱۰] بنائی تو وہ بڑے عجز و نیاز کے ساتھ آں حضرتؐ کے حضور حاضر ہوئے کہ حضورِ اکرمؐ اپنے قدومِ سعادت لزوم سے اس مسجد کو نوازیں تاکہ وہ ایک بابرکت جگہ بن جائے۔
دراصل ان منافقین کا ارادہ اس مسجد کے بہانے نفاق و افتراق پیدا کرنا تھا۔

یک مثالِ دیگر اندر کژ روی — شاید ار از نقل قرآن بشنوی
اینچنین کژ بازیی در جفت و طاق — با نبیؐ می باختند اهلِ نفاق
کز برای عزِ دین احمدی — مسجدی سازیم و بود آن مرتدی

---

۹ کتاب مثنوی، ص ۱۷۳، ۱۷۴
۱۰ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورہ توبہ

این چنین کژ بازیی می باختند | مسجدی جز مسجد او ساختند
فرش و سقف و قبه اش آراستند | لیک تفریق جماعت خواستند
نزد پیغمبرؐ بلابہ آمدند | ہمچو اشتر پیش او زانو زدند
کای رسولِ حق برای محسنی | سوی آن مسجد قدم رنجہ کنی
تا مبارک گردد از اقدامِ تو | تا قیامت تازہ بادا نام تو[۱]

اس کے بعد نبی کریمؐ اور منافقین کے درمیان گفتگو، حضور کی بحالتِ مجبوری مذکورہ مسجد کی طرف جانے پر آمادگی اور اس کے نتیجے میں نزولِ وحی وغیرہ کا بیان ہوا ہے۔ مولانا اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں؛ ان منافقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منانے کے لیے بڑے جتن کیے اور چاپلوسی سے کام لیا۔ جس کے جواب میں سرکارِ سراپا رحمت و عطوفت مسکرائے اور ان کی دعوت قبول کرلی، اور ہرچند ان کا مکر و فریب حضور پر کاملاً روشن و آشکار تھا، آپ نے اُسے (مکر کو) اَن دیکھا جانا۔ اس بحرِ کرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بجا فرمایا کہ میں تمھارے لیے تم سے بھی زیادہ مشفق ہوں۔ میں ایک ایسی آگ کے کنارے بیٹھا ہوں جس کی چمک اور لپک بڑی ہی تکلیف دہ ہے۔ تم پروانے کی طرح اس طرف رواں دواں ہو اور میرے دونوں ہاتھ پروانے کو اڑانے میں مصروف ہیں۔

الغرض جب آنحضرت مسجدِ ضرار کی جانب روانہ ہونے لگے تو غیرتِ حق جوش میں آئی اور حکم ہوا کہ "آپؐ ان شیطانوں اور خبیثوں کی باتیں نہ سنیں کہ یہ سب ان کا دجل و فریب ہے۔ ان کا مقصد تو محض سیاہ روئی ہے بھلا یہود و ترسا کو بھی آپؐ کے دین کی بھلائی کا خیال ہوگا۔ وہ تو فقط آپؐ کے اصحاب میں افتراق و انتشار پھیلانے کے لیے یہ سب کر رہے ہیں۔" چنانچہ حضور نے اس معاملے کو یہ کہہ کر التوا میں ڈال دیا کہ اس وقت ہم عازمِ غزا ہیں، واپسی پر دیکھا جائے گا۔ جب نبی اکرمؐ غزا سے واپس تشریف لائے تو منافقین پھر حاضرِ خدمت ہوئے۔ اب کہ حضور کو حکمِ حق پہنچا کہ ان لوگوں سے کھل کر انکار کر دیں۔ نتیجے کے طور پر آنحضرت نے منافقین کے ساتھ جانے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ ان کی فریب کاری و مکاری کی طرف بھی کچھ اشارہ کیا۔ لیکن منافقین کب اپنی ضد سے باز آنے والے تھے۔ وہ "حاشا للہ" کہتے ہوئے چلے گئے اور بغلوں میں قرآن دبائے پھر حاضرِ خدمتِ اقدس ہوئے۔۔۔ یہاں مولانا نے قرآنی حوالے سے ایسے بدباطن اور کج فطرت لوگوں کے قسمیں کھانے اور انھیں

---

[۱] کتاب مثنوی، ص ۱۶۷ - مثنوی، دفتر ۲، ص ۶۵

توڑنے کا ذکر کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ راست بازوں کو قسمیں کھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اس لیے کہ ان کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ نقضِ عہد احمقوں کا وتیرہ اور حفظِ ایمان و وفا مفتیوں کا شیوہ ہے۔ اب پھر رجوع بہ قصہ ہے:
سرورِ عالی مقام نے فرمایا کہ میں تمھاری قسموں کا اعتبار کروں یا پیغامِ الٰہی کا۔ منافقین نے ہاتھوں میں قرآن تھامے پھر قسمیں کھانا شروع کر دیں کہ اس مقدس کلام کی سوگند اس مسجد کی تعمیر محض خدا کی خوشنودی کے لیے ہے، اس میں کسی مکر و فریب کو دخل نہیں، اور ہمارا مقصد اس میں صرف ذکر و یادِ خدا ہے۔ اس پر ختمی مرتبت نے فرمایا کہ میں خدائے ذوالجلال کی آواز صاف سن رہا ہوں، لیکن تم لوگوں کے کانوں پر مہریں ثبت ہیں...
یہاں مولانا نے آواز کے سلسلے میں موسیٰ کلیم اللہ سے خدا کے خطاب کا ذکر کر کے یہ بیان کیا ہے کہ خدا نے سوگند کو ڈھال کہا ہے اور کوئی بھی لڑنے والا ڈھال کو نہیں چھوڑ سکتا . . .

حضور اکرمؐ نے اب پھر ان منافقین کا جھوٹ ان کے منہ پر مارا۔ حضورؐ کے اس انکارِ پیہم پر ایک صحابی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور ان باوقار اور بزرگ لوگوں کو شرمندہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ انبیا علیہم السلام کی تو یہ شان ہے کہ وہ لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالتے ہیں۔ پھر جلد ہی ان صحابی نے اپنے اس خیال سے توبہ کر لی کہ کہیں اعتراض کر کے شرمندگی نہ اٹھانا پڑے، لیکن پھر بھی وہ غلط خیال پورے طور پر ان کے دل سے نہ نکلا۔ آخر خواب میں ان صحابی پر منافقین کی اس مسجد کی خرابیاں روشن ہو گئیں، اور انھوں نے رو رو کر خدا کے حضور اپنے اس غلط خیال سے توبہ کی:

بر رسولِ حق فسونہا خواندند	رخش دستان سوی حضرت راندند
آن رسولِ مہربان رحم کیش	جز تبسم جز "بلی" ناورد پیش
شکرہای آنجماعت یاد کرد	در اجابت قاصدان را شاد کرد
می نمود آن مکر ایشان پیش او	یک بیک زانسان کہ اندر شیر مو
موی را نادیدہ میکرد آن لطیف	شیر را شاباش می گفت آن ظریف
صد ہزاران مکر و موی و دمدمہ	چشم خوابانید آندم زآن ہمہ
راست میفرمود آن بحرِ کرم	من شما را از شما مشفق ترم
من نشستہ بر کنار آتشی	با فروغ و شعلۂ بس ناخوشی
ہمچو پروانہ شما آن سو دوان	ہر دو دستہ من شدہ پروانہ ران

چون برآن شد تا روان گردد رسولؐ — غیرتِ حق بانگ زد مشنو ز غول
کاین خبیثان مکر و حیلت کرده اند — جمله مقلوبست آنچه آورده اند
قصد ایشان جز سیه روئی نبود — خیرِ دین کی جست ترسا و یهود
مسجدی بر جسرِ دوزخ ساختند — با خدا نرد دغاها باختند
قصدِ شان تفریق اصحابِ رسولؐ — فضلِ حق را کی شناسد هر فضول
تا جهودی را ز شام اینجا کشند — کز بوعظ او جهودان سرخوشند
گفت پیغمبرؐ که "آری لیک ما.. — بر سرِ راهیم و بر عزمِ غزا
زین سفر چون باز گردم آنگهان — سوی آن مسجد روان گردم روان
دفعشان گفت و بسوی غزو تاخت — با دغایان از دغا نردی بباخت
چون بیامد از غزا باز آمدند — طالبِ آن وعدهٔ ماضی شدند
گفت حقش "کی پیمبرؐ فاش گو — عذر آور جنگ باشد، باش، گو"
گفتؐ کای قوم دغل خامش کنید — تا نگویم رازهاتان تن زنید
چون نشانی چند از اسرارشان — در میان آورد و بد شد کارشان
قاصدان زو بازگشتند آنزمان — "حاش لله حاش لله" دم زنان
هر منافق مصحفی زیرِ بغل — پیغمبرؐ بیاورد از دغل
بهرِ سوگندان که ایمان جنتی است — زانکه سوگندان کژان را سنتی است
گفت پیغمبرؐ که سوگند شما... — راست گیرم یا که پیغامِ خدا
باز سوگند دگر خوردند قوم — مصحف اندر دست و بر لب مهر صوم
که بحقِ این کلامِ پاک راست.. — که بنای مسجد از بهرِ خداست
اندر اینجا هیچ مکر و حیله نیست — قصد ما خود صدق و ذکرِ یاربی است
گفت پیغمبرؐ که آوازِ خدا... — میرسد در گوش من همچو صدا
مهر بر گوشِ شما بنهادِ حق: — تا بآوازِ خدا نا در سبق
نک صریح آوازِ حق می آیدم — همچو صاف از دُرد می پالایدم.

باز پیغمبر بتکذیب صریح — قد کذبتم گفت با ایشاں فصیح
تا یکی یاری زیاران رسول — در دلش انکار آمد زان نکول
کاین چنین پر لاف بی خیب و وقار — میکند شان این پیمبر شرمسار
گو کرم، کو ستر پوشی، کو حیا — صد ہزاراں عیب پوشند انبیا
باز در دل زود استغفار کرد — تا نگردد زاعتراض او روی زرد[21]

مثنوی کے دفتر دوم ہی میں غزنیں[22] کے ایک قصے میں حدیثِ رسولِ مقبول کا اقتباس نقل ہوا ہے۔ گویا اس طرح بالواسطہ طور پر حضور ختم المرسلین کا ذکر آگیا ہے۔

غزوں کے ایک گروہ نے کسی گاؤں پر حملہ کیا، وہاں کے دو سربرآوردہ آدمیوں کو پکڑ لیا، اور ان میں سے ایک کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے قتل کرنا چاہا۔ وہ عاجزی سے بولا "حضور میرا قصور؟ مجھ غریب مسکین کو کس لیے قتل کر رہے ہیں؟" جواب ملا "جب ہم تمھیں قتل کریں گے تو اس کی ہیبت سے وہ دوسرا شخص اپنی چھپی ہوئی دولت ظاہر کر دے گا۔" وہ شخص کہنے لگا "عجیب بات ہے، وہ (دوسرا آدمی) تو مجھ سے کم دولت والا ہے . . . تم لوگ اسے کیوں نہیں قتل کرتے تاکہ میں خوف کے مارے اپنی دولت کا پتا بتا دوں . . . کہانی یہاں ختم ہو جاتی ہے، اور مولانا اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بعد میں آنے والوں میں اگر اخذِ عبرت کی صلاحیت ہو تو وہ گذشتہ سزا یافتہ بدکردار اقوام کی تاریخ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مولانا اس کو اللہ جل جلالہ کا کرمِ خاص بتاتے ہیں کہ ہم مسلمان دوسری اقوام کی نسبت آخر میں آئے۔ پھر حدیثِ مبارک "نحن الآخرون السابقون" کا اقتباس پیش کر کے اقوامِ نوح و ہود کی تباہی کو اپنے لیے اس لحاظ سے باعثِ رحمت قرار دیتے ہیں کہ ہم ان عذاب کے پیشِ نظر خدا سے ڈرتے رہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم نے اس کے برعکس روش اختیار کی . . . اس کے بعد رومی نے انبیا و اولیا کے وجود کو غنیمت نہ جاننے والوں پر کڑی تنقید کی ہے:

---

[21] کتاب مثنوی، ص ۱۷۵، ۱۷۶ - مثنوی، دفتر ۲، ص ۶۵، ۶۶۔

[22] بلخ کے قریب ختلان کے ترک تھے جنھوں نے ۵۴۸ھ میں بعہد سلطان سنجر بن ملک شاہ سلجوقی، اس کے بعض عمال کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بغاوت کر دی۔ قتل و غارت کے علاوہ سلطان سنجر کو بھی قیدی بنا کر لے گئے۔ جہاں سے وہ کچھ عرصہ بعد کسی نہ کسی طریقے بھاگ کر آ گیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راحۃ الصدور و آیۃ السرور، ص ۱۷۷ بعد۔

آن غزان ترک خونریز آمدند | بھر یغما بر دہی ناگہ زدند
دو کس از اعیان آن دہ یافتند | در ہلاک آن یکی بشتافتند
گفت "آخر او ز من مسکین تر ست" | گفت "قاصد کرد داست او ز ر ست"
گفت "چون وہم ست ما ہر دو یکیم | در مقام احتمال و در شکیم
خود ورا بکشید اول ای شہان | تا بترسم من دہم زر را نشان"
پس کرمھای الٰہی بین کہ ما... | آمدیم آخر زمان در انتہا
آخرین قرنہا پیش از قرون: | در حدیث است "آخرون السابقون"
تا ہلاک قوم نوح و قوم ہود | عارض رحمت بجان ما نمود
کشت ایشان را کہ تا ترسیم ازو | در خود این بر عکس کردی وای تو[۱]

دفتر دوم کے آخری حصے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین گفتگو کا ایک واقعہ بیان کر کے مولانا نے یہ نکتہ پیش کیا ہے کہ ایک صحیح مسلمان کے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ ہے، اور روحانیت اسفل کو بھی اعلیٰ بنا دیتی ہے:

ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور اکرم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ خلوت و جلوت میں جہاں کہیں بھی جگہ پاتے ہیں وہیں نماز پڑھ لیتے ہیں اور وہ بھی بغیر مُصلا کے اور بظاہر نجس گھروں میں بھی آپؐ اس سے اجتناب نہیں فرماتے حالانکہ حضور کو علم ہے کہ بچے جس جگہ بھی بیٹھتے ہیں اسے پلید کر دیتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی خاطر نجس کو بھی پاک کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر اس رحیم مطلق نے اپنے لطف و کرم سے میری سجدہ گاہ کو ساتویں طبق تک پاک بنا دیا ہے۔ اس کے بعد مولانا نے مردان خدا سے حسد کرنے سے منع فرمایا ہے کہ یہ ابلیسیت کی نشانی ہے۔ ان کے مطابق اگر برگزیدگان الٰہی اگر زہر بھی کھائیں تو وہ بھی انھیں شہد ہو کر لگتا ہے، جبکہ عام آدمی کے لیے شہد بھی زہر بن جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ذات کو بدل ڈالا جس سے ان کا معاملہ بھی بدل گیا اور ان کی ہر نار، لطف و نور کی شکل اختیار کر گئی۔ آخر میں مولانا نے ہابیل اور اصحاب فیل سے متعلق قرآنی تلمیحات کے حوالے سے قوت و لطف حق کا ذکر کیا ہے:

---

[۱] مثنوی، دفتر ۲، ص ۷۰

عائشہؓ روزی بہ پیغمبر بگفت — "یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
ہر کجا یابی نمازی می کنی... — می دود در خانہ ناپاک و دنی
بی مصلی میگذاری تو نماز — ہر کجا روی زمین بگشای راز
گرچہ می دانی کہ ہر طفل پلید — کردہ مستعمل بہر جا کہ رسید"
گفت پیغمبرؐ کہ " از بہر مہان — حق نجس را پاک کرد این را بدان
سجدہ گاہم را از ان رو لطف حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق"
ہان وہان ترک حسد کن با شہان — ورنہ ابلیسی شوی اندر جہان
کو اگر زہری خورد شہدی شود — تو اگر شہدی خوری زہری بود
کو بدل گشت و بدل شد کار او — لطف گشت و نور شد ہر نار او[۱۵]

دفتر دوم کے آخر میں چار مختلف اہل زبان کی تمثیل بیان ہوئی ہے جنھیں کوئی شخص ایک درم دیتا ہے او وہ چاروں ایک مقصد رکھتے ہوئے بھی، محض ایک دوسرے کی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر، باہم برسرپیکار ہو جاتے ہیں۔ ایرانی کہتا ہے میں اس درم کا "انگور" خریدوں گا۔ عرب کہتا ہے انگور ونگور چھوڑو "عنب" کی بات کر اسی طرح رومی اور ترک انگور کے لیے اپنی اپنی زبان کا لفظ بولتے ہیں۔ اس تمثیل کے بعد مولانا اظہار تاسف کرتے ہوئے کہتے ہیں، کاش کہ اس موقع پر کوئی صاحبِ اسرار وہاں موجود ہوتا اور انھیں سمجھاتا کہ میاں مقصد تو تم سب کا ایک ہی ہے، پھر یہ دست وگریبان ہونا چہ معنی؟ اور یوں وہ انھیں نفاق و دشمنی کے بھنور سے نکال کر مائل بہ اتفاق کرتا۔ اس طرح رومی نے گویا بعثتِ انبیا کی ضرورت کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ اس موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ سورۂ فاطر کی ایک آیت کا اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں رسولِ اکرم کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپؐ کو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ اور آپ سے پہلے بھی کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں ہم نے کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا ہو... مولانا روم اس مفہوم کو فارسی کا روپ دے کر امتِ مسلمہ کی یک دلی و یک نفسی کا ذکر کرتے ہیں جس کا باعث صرف حضور ختمی مرتبت کی ذات والا صفات تھی، ورنہ وہ لوگ تو ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے۔ حضور اکرمؐ نے شرک و دوئی کی جگہ توحید کا درس دیا اور اس طرح آپ

۱۵۔ مثنوی ...

باطت سے اور نور اسلام و صفا کے طفیل یہ جانی دشمن "انما المومنون اخوۃ"[۱۱] کی لڑی میں پرو کر تن واحد کی صورت بن گئے۔ مولانا نے اس صورتِ حال کو انگور کی تمثیل سے روشن کیا ہے ۔ یعنی دیکھنے میں دانے الگ الگ ہیں جب انھیں نچوڑا جائے تو رس ایک ہی ہوگا :

قول "اِنْ مِنْ اُمَّتِہٖ" را یادگیر ... تا بہ " اِلّا و خَلَا فیھا نذیر"
گفت خود خالی نبود ست امتی ... از خلیفۂ حق و صاحب ہمتی
مرغ جانہا را چنان یکدل کند ... کز صفاشان بیغش و بی غل کند
مشفقان گردند، ہمچون والدہ ... مسلمون را گفت نفس واحدہ
نفس واحد از رسول حق شدند ... ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
اتحاد خالی از شرک و دوئی ... باشد از توحید بی ما و توئی
دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت ... یک ز دیگر جان خون آشام داشت
کینہائی کہنہ شان از مصطفیٰ ... محو شد در نور اسلام و صفا
اولاً اخوان شدند آن دشمنان ... ہمچو اعداد عنب در بوستان
وز دم "المومنون اخوۃ" بہ بند ... در شکستند و تن واحد شدند
صورتِ انگورہا اخوان بود ... چون فشردی شیرۂ واحد شود[۱۲]

ان مقامات کے علاوہ دفتر دوم میں اور بھی کئی جگہ حضور اکرم ؐ کا ذکرِ خیر آیا ہے۔ مثلاً :

کارک خود میگزارد ہر کسی ... آب نگزارد صفا بہر خسی
خس خسانہ می رود بر روی آب ... آب صافی میرود بی اضطراب
مصطفیٰ ؐ مہ میشگافد نیم شب ... ژاژ میخاید ز کینہ بولہب

اشارہ بہ حدیث رسول مقبول ؐ : "مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ دَوَآءً" نیز "لِکُلِّ دَآءٍ دَوَآءٌ" .....

گفت پیغمبر کہ یزدان مجید ... از پی ہر درد درمان آفرید

---

[۱۱] سورہ حج‌ [۱۲] مثنوی، دفتر ۲ ص ۸۵

لیک زآن درمان نبینی رنگ و بو بہر درد خویش بی فرمان او

گون پی چارہ است و ہیچت چارہ نی تا کہ نگشاید خدایت روزنی (کتاب مثنوی، ص ۲۲، خلاصۂ مثنوی ص ۲۵)

حضرت آدمؑ سے حضورؐ تک چند پیغمبروں کے معجزات وغیرہ کے بیان میں حضورؐ کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

چون محمدؐ یافت آن ملک و نعیم قرص مہ را کرد در دم او دو نیم (کتاب مثنوی، ص ۱۲۸)

مصطفیٰ فرمود از گفت جحیم . . کو بمؤمن لابہ گر گردد ز بیم

گویدش بگذر ز من ای شاہ زود ہین کہ نورت سوز نارم را ربود (ایضاً، ص ۱۳۶)

"نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے" کے بارے میں نبی کریمؐ کا قول:

عاقل آرد معرفت را در میان جاہل آرد معرفت را بر زبان

گفت پیغمبرؐ عداوت از خرد بہتر از مہری کہ از جاہل رسد

دوستی با مردم دانا نکوست دشمن دانا بہ از نادان دوست (ایضاً، ص ۱۵۱)

مصطفیٰؐ گوید اگر گویم براست شرح آن دشمن کہ در جان شماست

زہرہ ہای پُر دلان بر ہم درد نی رود رہ نی غم کاری خورد (ایضاً، ص ۱۵۲)

اقتباس از حدیث رسول کریمؐ "جس نے خدا کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی" (یعنی وہ خاموش ہو گیا):

لفظ در معنی ہمیشہ نارسان زان پیمبرؐ گفت "قد کل اللسان" (مثنوی، دفتر ۲، ص ۶۹)

عقل احمدؐ از کسی پنہان نشد روح وحیش مدرک ہر جان نشد

روح وحی را مناسبہاست نیز در نیابد عقل کان آمد عزیز (ایضاً، ص ۷۵)

بنگر آن ناموس روز و فسق شب روز ہمچون مصطفیٰ شب بولہب . .

روز عبداللہ او را گشتہ نام شب نعوذ باللہ و در دست جام (ایضاً، ص ۷۸)

گفت پیغمبرؐ کہ عینای تنام لاینام القلب عن رب الانام

گفت پیغمبر کہ خسبد چشم من لیک کی خسبد دلم اندر وسن (ایضاً، ص ۸۰)